بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاستقم کما امرت ومن تاب معک ولا تطغوا انہ بما تعملون بصیر (۱۱-۱۱۲)

جامعۃ الرشید

ملک میں غیر محدود جامعات ہونے کے باوجود

مزید نیا جامعہ کیوں؟

ارباب جامعات کے لئے نہایت قیمتی ہدایات

منجانب

بانی جامعہ فقیہ العصر

حضرت اقدس مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم

ترتیب

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب مدظلہ

نائب رئیس جامعۃ الرشید

ناشر

الرشید

استقامت

انوار الرشید میں عنوان "قبولِ مناصب سے انکار" کے تحت کئی واقعات تحریر کئے جا چکے ہیں کہ کئی بہت بڑے اور بین الاقوامی مشہور جامعات کی طرف سے حضرتِ والا کو منصبِ شیخ الحدیث کے ساتھ منصبِ اہتمام بھی پیش کیا گیا مگر آپ نے معذرت فرمادی۔

عنوان "توکّل" اور عنوان "استغناء" کے تحت کئی واقعات لکھے جا چکے ہیں کہ حکومت کے علاوہ کئی اصحابِ خیر نے بھی حضرتِ والا کو کئی بار بہت بڑے پلاٹوں اور بعض نے ان پر بہت شاندار تعمیرات کرکے دینے کی بھی پیشکش کی۔

حضرتِ والا نے کسی کی بھی کسی پیشکش کو قبول نہیں فرمایا۔

لیکن جب "دار الافتاء والارشاد" میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حضرتِ اقدس دامت برکاتہم کی برکت سے خدماتِ دینیہ میں روز افزوں حیرت انگیز ترقی ہونے لگی اور مزید کئی شعبے کھولنے کی ضرورت محسوس ہوئی جن کے لئے موجودہ عمارت ناکافی تھی تو حضرتِ والا کے تلامذہ و خلفاء اور بعض مخلصین اصحابِ خیر نے اجتماعی کوشش و اصرار کے بعد حضرتِ والا سے وسیع رقبہ پر تعمیر کی اجازت حاصل کرلی۔

کمشنر کو اس کا علم ہوا تو اس نے "دار الافتاء والارشاد" کی وسیع تعمیر کے لئے بہت بہترین موقع پر رفاہی اراضی کے دس ایکڑ پیش کئے، حضرتِ والا نے معذرت فرما

دی، بعد میں ارشاد فرمایا:

حکومت کی طرف سے رفاہی اراضی قبول کرنے میں یہ مفاسد ہیں:

۱ــــ میں کسی حال میں بھی حکومت کی طرف سے کسی بھی قسم کا کوئی احسان بھی قبول کرنے کو تیار نہیں۔

۲ــــ رفاہی اراضی لینے والوں کے لئے حکومت کی طرف سے کئی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

میں صرف اپنے اللہ کے احکام کا پابند ہوں، کسی غیر کی طرف سے کوئی پابندی قبول نہیں کرسکتا۔

رفاہی اراضی لینے والے عموماً حکومت کی عائد کردہ پابندیوں سے بچنے اور حکام کو خوش رکھنے کے لئے ناجائز تدابیر اختیار کرتے ہیں، اس میں تین گناہ ہیں:

۱ــــ حکومت کے قانون کی خلاف ورزی۔

۲ــــ فساق وفجار حکام سے روابط قائم کرکے اوران سے خلافِ قانون مراعات حاصل کرکے اپنے دین کو سخت خطرہ میں ڈالنا۔

۳ــــ ناجائز تدابیر اختیار کرنا۔

(۴۲) اہلِ خیر میں سے بعض مخلصین نے "دارالافتاء والارشاد" کی توسیع کے لئے زمین کا کوئی بڑا قطعہ خرید کر پیش کرنے کی اجازت چاہی، حضرتِ والا نے ان کے جذبۂ خلوص اور اپنے تلامذہ وخلفاء کی شدید خواہش کے پیشِ نظر اجازت مرحمت فرمادی، بہتر سے بہتر محلِ وقوع پر زیادہ سے زیادہ اراضی کی تحصیل کے لئے تقریباً ڈیڑھ ماہ مسلسل تگ ودو کے بعد تین مواضع میں زیادہ بڑے رقبے نظر آئے؛

۱ ـــ گڈاپ کے قریب دو سو ایکڑ، جن میں سے ایک سو ایکڑ میں باغ، بہت بڑا اور نہایت عالی شان بنگلا، علاوہ ازیں بھی کافی تعداد میں بہترین تعمیرات تھیں۔

۲ ـــ شاہراہِ پاکستان سے ڈھائی کلومیٹر گڈاپ روڈ پر ایک سو پینتیس ایکڑ۔

۳ ـــ شاہراہِ پاکستان پر ایک سو ایکڑ۔

موقع کے لحاظ سے یہ آخری رقبہ سب سے بہتر تھا اس لئے اس کا انتخاب کیا گیا۔

اتنی زیادہ وسعت، شاہراہِ پاکستان کے بالکل کنارہ پر، تین جانب روڈ، غرضیکہ محلِ وقوع ہر لحاظ سے ایسا بہتر کہ کراچی میں اس جیسا بہتر موقع شاید کہیں نہ ہوگا۔

مگر اس زمین میں ایک نقص تھا کہ اس کا کچھ حصّہ ملکیت تھا اور کچھ حصّہ لیز پر۔ پھر یہ پابندی بھی کہ لین دین میں دونوں قطعات کو الگ نہیں کر سکتے، دونوں ہی لینے پڑیں گے۔ احباب کی خواہش بھی یہی تھی کہ "دارالافتاء والارشاد" کی شان کے مطابق سو ایکڑ تو ہونے ہی چاہئیں، اس لئے لیز والے قطعہ کو بھی ملکیت سے تبدیل کرنے کے طریقِ کار پر غور ہوتا رہا۔ اس اثنا میں حضرتِ والا کے علم میں یہ بات لائی گئی کہ اس معاملہ کو حل کرنے کے لئے دنیوی لحاظ سے بہت اونچے طبقہ کے لوگوں کا اجلاس ہونے والا ہے۔ یہ سن کر حضرتِ والا نے بندہ عبدالرحیم اور دارالافتاء کے دوسرے خدام کو بلا کر ارشاد فرمایا:

"میرے خیال میں لیز کی زمین لینے میں رفاہی زمین سے بھی زیادہ مفاسد ہیں، لہٰذا آپ سب دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ اس اجلاس کے

اجتماعی غور میں کوئی ایسی صورت پیدا فرمادیں کہ یہ لیزوالا قطعہ بھی قانون کے مطابق، کسی کا احسان لئے بغیر عام مملوکہ اراضی کی طرح بسہولت خرید ا جاسکے، اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے کوئی ایسی سبیل نکال دی تو ہم یہ زمین لیں گے ورنہ نہیں، میں کوئی بھی ایسا کام کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا جس میں حکومت کے زیرِ احسان ہونا پڑے، یا قانونی پابندیوں میں رہنا پڑے، یا کوئی کام خلافِ قانون کرنا پڑے، یا فساق و فجار حکام سے روابط رکھنے پڑیں یا ناجائز تدابیر اختیار کی جائیں، اللہ کے قانون کے اندر رہتے ہوئے کوئی چیز ملتی ہے تو وہ نعمت ہے ورنہ عذاب۔

بس دُعاء کرتے رہیں، اس کے بعد جو کچھ بھی منجانب اللہ مقدر ہوا اسی میں بہتری ہوگی، وہ ہماری بہتری کو ہم سے زیادہ جانتا ہے۔

اللّٰھمّ ارضنا بقضائك وبارك لنا فيه حتّٰى لا نحب تعجيل ما اخرت ولا تأخير ما عجلت"۔

"یا اللہ! تو ہمیں اپنی قضاء پر رضاء عطاء فرما اور اس میں ہمارے لئے برکت عطاء فرما، حتی کہ ہم اس چیز کو جلدی نہ چاہیں جس کو تو نے مؤخر کیا ہے اور اس چیز کی تأخیر نہ چاہیں جو تو نے جلدی مقدر فرمائی ہے"۔

اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا:

"لیز والی زمین کو قانون کے مطابق ملکیت سے تبدیل کیا جاسکتا ہے، مگر اس زمین میں چند نقائص ہیں جن کے پیشِ نظر اس کی خرید کا فیصلہ غور طلب ہے"۔

چنانچہ تادمِ تحریر اس زمین کا معاملہ زیرِ غور ہے۔

والخیر فیما قدر اللہ

"اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی مقدر فرمائیں گے اسی میں بہتری ہوگی"۔

حضرتِ والا نے سو ایکڑ اراضی کے مطابق عظیم الشان جامعہ چلانے کی اجازت بشرائطِ ذیل دی ہے:

۱۔۔۔ چرمِ قربانی جمع نہ کریں، کوئی خود کھال بیچ کر اس کی قیمت پیش کرے تو قبول کر سکتے ہیں۔

۲۔۔۔ صدقۃ الفطر جمع کرنے کے لئے کوئی کوشش نہ کریں، کوئی از خود پیش کرے تو لے سکتے ہیں۔

۳۔۔۔ چندہ کے عام مروجہ طریقوں کی کسی حال میں بھی اجازت نہیں۔

۴۔۔۔ مالی تعاون صرف ایسے مخلصین سے قبول کریں جو رسید کے خواہشمند نہ ہوں۔

۵۔۔۔ مالی تعاون کرنے والوں کی دوسرے عوام کی بنسبت کسی بھی قسم کی کوئی خاص رعایت نہ کریں۔ اس میں خود ان کا بھی ضرر ہے۔

★ اس کی تازہ مثال سامنے ہے کہ حضرتِ والا کی خدمت میں ڈیڑھ لاکھ روپے پیش کر کے خلافِ ضابطہ آدھا گھنٹہ وقت لینے کی درخواست کرنے والے کو آپ نے صرف تین منٹ میں "جواہرِ خمسہ" عطاء فرما کر رخصت فرما دیا، جن میں سے ہر جوہر کروڑوں سے بھی زیادہ قیمتی ہے، جن کی تفصیل "انوار الرشید" میں عنوان "استغناء" کے تحت اور مزید تفصیل وعظ "وقت کی قیمت" میں ہے، یہ وعظ نہایت اہم اور علماء و عوام کے لئے بہت نافع ہے★

۶۔۔۔ حکومت سے کسی قسم کا تعاون ہرگز قبول نہ کریں۔

۷۔۔۔ اساتذہ، طلبہ و دیگر عملہ صرف ایسا رکھیں جو دین میں خوب متصلب و مضبوط ہو،

جو زمانہ کے ساتھ چلنے کی بجائے خود صراطِ مستقیم پر قائم رہتے ہوئے زمانہ کو اپنے ساتھ چلانے کا حوصلہ، عزائم اور درد رکھتے ہوں۔

۸ــــ عِلمی کمزوری کسی حد تک برداشت کی جاسکتی ہے مگر عملی پختگی سے کسی حال میں بھی کوئی تسامح روا نہیں۔

۹ــــ جتنا کام ان شرائط کے مطابق بسہولت ہوسکے صرف اتنا ہی کریں، زیادہ نہ بڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ ان شرائط کے تحت جتنا کام بھی لے لیں اس پر اس کا شکر ادا کریں۔

۱۰ــــ اس زمین کو وقف نہ کریں، اگر اس میں ہدایاتِ مذکورہ کے تحت منجانب اللہ کام مقدر نہ ہوا تو اسے فروخت کر کے اشاعتِ علومِ اسلامیہ و ہدایاتِ ربانیہ کے دوسرے ذرائع میں صرف کر دیں۔

واللہ ولی التوفیق لما فیہ رضاہ۔

"اللہ ان اعمال کی توفیق دینے والا ہے جن میں اس کی رضا ہے۔"

"دین پر استقامت" کے متعدد واقعات عنوان "قبولِ مناصب سے انکار" میں بھی ہیں۔ عنوان "اپنی اصلاح کی فکر" بھی دیکھئے۔

"جامعۃ الرشید" کا پسِ منظر

گزشتہ تحریر میں "جامعۃ الرشید" کے لئے سو ایکڑ زمین کا زیرِ غور ہونا مذکور ہے، تحقیق کے بعد اس میں چند نا قابلِ قبول نقائص ظاہر ہوئے، اس لئے اس کو چھوڑ دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض اس سے بہتر موقع پر زمین دلادی "احسن آباد" میں شارعِ سیّد احمد شہید، شارعِ ملّا جیون اور شارعِ مولانا وصی اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان۔

اس طرح تین مشہور علماءِ امّت اور بہت بلند پایہ اولیاء اللہ کی طرف نسبت ہوگئی، بالخصوص "جامعۃ الرشید" چونکہ مرکزِ جہاد بھی ہے، اس لئے شارعِ سیّد احمد شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف جو نسبت منجانب اللہ ہوگئی وہ قبولِ جہاد، اس میں ترقی اور نمایاں خدمات کی بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ مذکورہ تینوں نسبتوں کی برکات بدرجۂ اتم عطاء فرمائیں۔

حضرتِ والا نے اس مقام کی خصوصیات و بعض دیگر حالات کے پیشِ نظر تحریرِ سابق کی شرط نمبر ۱۰ کو حذف فرما دیا۔

اس بقعۂ مبارکہ میں "جامعۃ الرشید" کی تعمیر کے وقت حضرتِ والا نے اس جامعہ کا پسِ منظر بقلم خود تحریر فرمایا جو درج ذیل ہے:

"میں "دارالافتاء والارشاد" کو صرف ایسی خدماتِ علمیہ تک محدود رکھنا چاہتا تھا جن کا انتظام کسی دوسرے ادارہ میں نہ ہو، چنانچہ تمرینِ افتاء کا شعبہ اس وقت تک کسی ادارہ میں بھی نہیں تھا، اس لئے میں نے یہ کام شروع کیا، چونکہ عوام کی دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود، علماء کی علمی و عملی صحیح تربیت پر موقوف ہے اس لئے

میرے قلب میں ہمیشہ اس کی بہت اہمیت رہی ہے کہ علماءِ اسلام کا علماً و عملاً معیار بہت بلند رہے۔

اسی نظریہ کے تحت میں نے "دارالافتاء والارشاد" کا نظم کیسا رکھا؟ اس کا اندازہ مندرجۂ ذیل کوائف سے لگایا جا سکتا ہے:

① تمرینِ افتاء کے لئے طلبہ کی استعدادِ علمی و عملی کا جو معیار میرے ذہن میں تھا اس کے مطابق امتحانِ داخلہ میں کامیاب ہونے والے طلبہ کی تعداد بہت ہی کم رہتی تھی، دو متفرق سالوں میں تو صرف ایک ایک طالبِ علم ہی رہا اور چھ سے زیادہ تو کبھی بھی نہ ہوئے۔

ایک بہت بڑے جامعہ کے رئیس اور بہت بڑے مشہور عالم نے کہا بھی کہ معیار کم کریں تاکہ زیادہ طلبہ داخلہ لے سکیں، مگر پھر بھی میں نے اپنے اسی معیار کو برقرار رکھا اور پچیس برس تک یہی حال رہا۔

② بیس برس تک مجھے اپنے معیار کے مطابق کوئی ایک عالم بھی ایسا نہ مل سکا جسے اپنا معین مقرر کر سکوں، سخت ضرورت کے باوجود اتنے طویل عرصہ تک ہر قسم کی سب خدمات انجام دینے کی سخت ترین مشقت تنِ تنہا خود ہی برداشت کرتا رہا، جس سے صحت کو بہت سخت نقصان پہنچا۔

بیس برس اسی طرح گزارنے کے بعد مفتی عبدالرحیم صاحب میں صلاحیت دیکھ کر ان کو معین رکھا، انہوں نے تمرینِ افتاء کے لئے "دارالافتاء والارشاد" میں داخلہ لیا تو ایک سال تک ان کے

حالات کا خوب خوب جائزہ لینے کے بعد ان کی خواہش پر ان کو بطورِ معین مستقل قیام کی اجازت دے دی۔

③ میرے قلب میں سب سے زیادہ اہمیت اپنا ایسا وصی مقرر کرنے کی تھی جو میرے انتقال کے بعد "دارالافتاء والارشاد" میں تربیتِ علمیہ وعملیہ کا معیارِ معہود قائم رکھ سکے۔

میں اس معاملہ میں بہت متفکر رہتا، جستجو اور دعاؤں کا سلسلہ بائیس سال تک جاری رہا، کوئی شخص بھی اس معیار کا نظر نہیں آرہا تھا۔ کبھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دل ودماغ میں چکر لگا کر زبان پر جاری ہوجاتا:

إِنَّمَا النَّاسُ كَالْإِبِلِ الْمِائَةِ لَاتَكَادُ تَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً.

(صحیح بخاری)

کبھی دردِ حسرت سے یہ اشعار دہراتا ؎

رأيت الشيخ بالمصباح يسعى
له فی کل ناحيـة مجال
يقول مللت انعـاما و بهما
وانسانا اريـد فهـل انال
فقلنا ذا محال قد بحـثنـا
فقال ومنيتی ذاك المحال

دی شیخ باچراغ همی گشت گرد شہر
کز دام و دد ملولم وانسانم آرزوست

گفتم کہ یافت می نشود جستہ ایم ما
گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست

کبھی پریشانی بہت بڑھ جاتی تو یوں مراقبہ کرتا:

"اگر میں کوئی وصی مقرر کئے بغیر مرگیا اور آخرت میں اس بارہ میں مجھ سے سوال ہوا تو میرے پاس یہ جواب موجود ہے:

"یا اللہ! مجھے انتہائی کوشش اور مسلسل دعاؤں کے باوجود کوئی ایک شخص بھی صحیح معیار کا نہ ملا، اس لئے میں نے اس معاملہ کو تیرے ہی سپرد کر دیا، یہ میرا کام تو تھا نہیں تیرا ہی کام تھا، بس تو جانے اور تیرا کام ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حسابِ کم و بیش را

اور اگر میں نے کسی غیر معیاری شخص کو وصی بنا دیا، پھر آخرت میں مجھ سے سوال ہوا کہ نالائق کو وصی کیوں بنایا؟ تو اس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔

اگر دم آخر تک خدانخواستہ کوئی بھی لائق وصی نہ ملا تو دنیا سے رخصت ہوتے وقت "دار الافتاء والارشاد" سے یوں خطاب کروں گا ؎

حوالت باخدا کردیم و رفتیم
وھو حسبی ونعم الوکیل"۔

اس مراقبہ سے بہت سکون ملتا۔

بائیس سال تک مسلسل دعاؤں اور انتھک جستجو کے علاوہ تین

سال تک مفتی عبد الرحیم صاحب کو ہر طرح خوب پرکھا، علم وعمل کی تربیتِ صحیحہ کے بارہ میں بہت سخت ترین امتحانات لئے، خوب ٹھونک بجا کر دیکھا، اصلاحِ ظاہر وباطن بالخصوص حُبِ دنیا سے قلب کی تطہیر کے لئے میں نے تین سال تک ان سے بہت ہی سخت مجاہدات کروائے ہیں، خوب خوب رگڑائی کی ؎

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل

کچھ نہ پوچھو دل بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دل

ان کی خود نوشتہ "آپ بیتی" جو "انوار الرشید" جلد ثانی کے آخر میں ہے، اس میں مندرجہ ان کے حالات کو ان کے تمام اساتذہ، متعلقہ سب مدارس وجامعات کے تمام ارکان، طلبہ، اعزّہ واقارب، احباب واغیار سب ہی خوب اچھی طرح جانتے ہیں، یہ خبر متواتر ہے، اس لئے ان حالات کے صدق میں کسی قسم کے شک وشبہہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

ان حالات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ ان کے "دارالافتاء والارشاد" میں قدم رکھتے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب کو حُبِّ جاہ وحُبِّ مال سے پاک فرمادیا تھا، جب کہ یہاں پہنچنے سے قبل اس قلب سے حُبِّ دنیا کی نجاست گٹر کی طرح اُبل رہی تھی، منجانب اللہ قلب کی اس قدر محیر العقول تطہیر کے باوجود مزید تثبت و رسوخ کی غرض سے میں نے مستعیناً باللہ ان سے تین سال تک بہت سخت مجاہدات کروائے اور آزمانے کے لئے سخت ترین امتحانات لئے۔

اس کے بعد ان کے بارہ میں اطمینان ہو گیا کہ یہ ان شاء اللہ تعالیٰ "دار الافتاء والارشاد" میں تربیتِ علمیہ و عملیہ کے معیارِ معہود کو قائم رکھ سکیں گے، عین مطابق نہیں تو قریب تر ہی سہی۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز، ولا حول ولا قوۃ الا بہ۔

اس لئے میں نے ان کو اپنا وصی مقرر کر دیا۔

تعمیرِ جامعہ سے انکار:

مجھے تیس سال تک مختلف احباب تعمیرِ جامعہ کی ترغیب دیتے رہے، ہر قسم کے تعاون کی پیشکش بھی کرتے رہے، جن کی تفصیل "انوار الرشید" کے مختلف ابواب میں ہے۔

مگر میں نے اتنے طویل عرصہ تک کسی کی بات بھی قبول نہ کی اور تعمیرِ جامعہ سے ہمیشہ انکار ہی کرتا رہا اور ہمیشہ اسی عزم کو تازہ اور پختہ کرتا رہا اور خواص و عوام کے سامنے بہت قوّت و شدّت سے اس کا اظہار بھی کرتا رہا کہ کبھی بھی جامعہ ہرگز نہیں بناؤں گا، جس کی دو وجوہ تھیں؛

① جامعات تو پہلے ہی ضرورت سے بہت زیادہ ہیں تو اب کسی نئے جامعہ کی کیا ضرورت؟

کسی نئے جامعہ کا قیام بضرورت ہو تو یہ تعدّد محمود ہے، مگر بلا ضرورت ایسا اقدام تبدّد ہے جو شرعاً و عقلاً ہر لحاظ سے مذموم ہے۔

② علماء کی تربیتِ علمیہ و عملیہ کا جو معیار و طریقِ کار میں چاہتا ہوں اس کے مطابق اساتذہ، طلبہ و دیگر عملہ کہاں سے لاؤں؟

تئیس سال اسی عزم میں گزار دینے کے بعد متعدّد احباب نے تعمیرِ جامعہ پر بہت اصرار کیا اور اس کی ضرورت یوں بیان کی :

" دوسرے جامعات میں تربیتِ علمیہ و عملیہ کا معیار و طریقِ کار اس بارہ میں ہمارے نظریات کے مطابق نہیں، لہٰذا ہمیں اپنے طریقِ تعلیم و اصلاح کے مطابق علماء کی تربیت کے لئے ایک مستقل نئے جامعہ کی ضرورت ہے "۔

★ وحدتِ مقصد کے باوجود صرف طریقِ کار میں اختلاف نظر ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے ★

رہا یہ اشکال کہ ایسے اساتذہ اور طلبہ و عملہ کہاں سے آئیں گے؟ سو اس کے حل کی دو تدابیر ہیں :

① اساتذہ اور طلبہ وغیرہ زیادہ تر اپنے ہی سلسلہ کے لئے جائیں، ان کی تربیت اپنی خواہش کے مطابق بہت آسانی سے ہو سکے گی، اور جو چند افراد بیرونِ سلسلہ کے ہوں گے وہ بھی بعونِ اللہ تعالیٰ اہلِ سلسلہ کی اکثریت، حقانیت، تصلّب فی الدّین اور علم و عمل میں پختگی سے ضرور متأثر ہوں گے۔

② درجاتِ ابتدائیہ کے بچوں کا نشو و نما تو شروع ہی سے اپنے سامنے ہو گا، ان کی تربیت اپنی خواہش کے مطابق بہت آسانی سے ہو سکے گی۔

احباب کی اس تقریر و اصرار کے بعد میں نے تعمیرِ جامعہ کی اجازت دے دی اور ساتھ ہی اپنی خواہش کے مطابق تربیتِ علمیہ و عملیہ کی تفصیل بھی بتا دی جو درجِ ذیل ہے :

تربیتِ علمیّہ:

① نصابِ مروّج کی منطق و فلسفہ کی نجاسات سے تطہیر کی جائے۔

میں نے ان فنون سے پردہ ہٹا کر بلکہ ان کی تشریح الابدان (پوسٹ مارٹم) کر کے ان کو اندر سے خوب اچھی طرح دیکھا ہے، اس کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے۔ میں نے ان فنون کی ایسی کتب مخطوطہ بھی پڑھی ہیں جو مدعیانِ منطق و فلسفہ نے کبھی دیکھیں نہ سنیں۔

ان خرافات کی تشنیع و تقبیح پر میرے مفصل بیان کی کیسٹ "دارالافتاء والارشاد" کے دفتر میں محفوظ ہے۔

البتہ فلکیات، ہیئت، ریاضی و حساب بلاشبہہ دین و دنیا دونوں میں نافع بلکہ نہایت ضروری ہیں، مگر ظلمِ عظیم دیکھئے کہ ان فنون کے نصاب میں کوئی ایک کتاب بھی کسی معیار کی نہیں رکھی گئی، پھر مزید طرفہ یہ کہ ان کتب میں جو کچھ تھوڑے سے مباحث کسی کام کے ہیں ان کے مقاصد، مصارف، طریقِ استعمال و نتائج سے اساتذہ بھی مکمل طور پر ناواقف اور بالکل کورے ہیں تو وہ طلبہ کو کیا سمجھا سکتے ہیں؟ ؎

تو کارِ زمین را نکو ساختی
کہ با آسمانہا بپرداختی

② جامعات میں بہت طویل تقاریر کی جو بدعت چل نکلی ہے، اس سے طلبہ کی استعداد تباہ ہو رہی ہے۔

اس طرزِ تعلیم سے معلومات میں تو کچھ اضافہ ہو جاتا ہے مگر وہ استعداد جو علوم میں پختگی و رسوخ کی بنیاد ہے بالکل برباد ہو جاتی ہے، لہٰذا اس طریقِ مفسد سے احتراز لازم ہے۔

(۳) نصاب میں زیادہ کتابوں کی بھرمار کی بجائے زیادہ محنت و تمرین پر توجہ دی جائے۔

(۴) تعلیمِ حدیث میں مذاہبِ ائمہؒ رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسائلِ فرعیہ اجتہادیہ کے بیان میں بہت لمبی چوڑی تقاریر اور مباحثِ طویلہ میں دماغی، زبانی، قلمی قویٰ اور اوقاتِ غالیہ و اموالِ وقف کو ضائع کیا جا رہا ہے، اس کا کوئی جواز نہیں، اس کی بجائے طلبہ میں ایسی استعداد پیدا کرنے کی کوشش کرنا فرض ہے کہ وہ اسلام میں پیدا ہونے والے فتنِ ارتداد، الحاد، زندقہ اور بدعات و منکرات کا مقابلہ کر سکیں۔

اس پر امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت سخت تنبیہ فرمائی ہے، جس کی تفصیل "انوار الرشید" جلد اوّل، باب "موافقتِ اکابر" میں نمبر ۲۷ کے تحت بعنوان "عمر ضائع کر دی" ہے۔

تربیتِ عملیہ:

اصلاحِ ظاہر و باطن کا بہت اہتمام رکھا جائے، اَمراضِ باطن میں سے سب سے بڑا اور مُہلک مرض حُبِّ دنیا ہے، جس کے دو شعبے ہیں:

① حُبِّ مال ② حُبِّ جاہ

حُبِّ مال کی بنسبت حُبِّ جاہ زیادہ خطرناک بھی ہے اور متعسر العلاج بھی۔

مریضِ حُبِّ جاہ کی دو قسمیں ہیں؛

① **احمق** ۔ یہ اپنے مرض کو چھپا نہیں سکتا، اس کے مرض کو ہر شخص سمجھ لیتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ بھری مجلس میں کسی کی متعفّن ریح یا پاخانہ نکل جائے۔

② **ہشیار و مکار** ۔ یہ بہت ہی خطرناک ہوتا ہے، لوگوں کے قلوب میں اپنی تعلّی اور دوسروں کی تخفیف ایسی چابکدستی و مکاری سے اُتارتا ہے کہ کسی کو پتا ہی نہیں چلتا، زہر کو لقمۂ چرب میں ملا کر دیتا ہے، بمطابق قاعدہ:

اِنَّ السَّمَّ فِی الدَّسَمِ.

کسی بڑے کو گرا کر اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے اس طرح مکر و فریب سے کام لیتا ہے کہ کبھی کبھار اس بڑے کی تعریف کے کچھ جملے بھی کہتا جائے گا اور ساتھ ہی ایسی تلبیسات سے بھی کام لیتا رہے گا کہ مخاطبین کے ذہن میں غیر شعوری طور پر بتدریج بڑے کی تحقیر و تخفیف اور اس شاطر کی تعلّی و برتری اترتی چلی جائے۔ بالآخر اس مکر و فریب کے ذریعہ لوگوں کے قلوب کو متأثر اور اپنے گرویدہ بنا کر بڑے کی حکومت کا تختہ الٹنے اور اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

الغرض، اتنی طویل تقریبا اتنے اہتمام کے ساتھ لکھنے سے میرے دو مقاصد ہیں؛

① مفتی عبدالرحیم صاحب زید فضلہ کے تمام حالات میرے سامنے ہیں، خوبیاں بھی خامیاں بھی، سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ ان کی طبیعت فطرۃً غیر منظم واقع ہوئی ہے، جب کہ ادھر اس کے بالکل برعکس میرا ایک ایک منٹ نظم کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے میں ان کی بدنظمی کو برداشت کر رہا ہوں۔

اس کی وجہ وہی ہے کہ میں نے ان کو بلا سوچے سمجھے یا کسی معمولی سی تشخیص و تفتیش کے بعد وصی نہیں بنا دیا، ان کے انتخاب کی مفصّل روئداد اوپر لکھ چکا ہوں، یہ بائیس سال کے طویل دَور تک انتہائی جستجو اور مسلسل بے تابانہ دُعاؤں کے مظہر ہیں اور مقدّر من اللہ۔ تین سال تک مسلسل وہم و گمان سے بھی بالاتر مجاہداتِ شدیدہ کے رگڑے کھائے ہوئے ہیں اور سخت ترین امتحانات سے آزمائے ہوئے۔

بفضل اللہ تعالیٰ انہی مجاہدات و امتحانات کے ثمرات ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس فطری غیر منظم "اعجوبۂ قدرت" سے ایسی خدماتِ جلیلہ لے رہے ہیں کہ نظمِ شاہانہ رکھنے والے بھی ان سے محروم ہیں۔

اس لئے میں جملہ متعلقین کو عموماً اور جامعہ میں شرکاءِ کار کو خصوصاً بتاکید وصیّت کرتا ہوں کہ ان کا درجہ پہچانیں، ان کے ساتھ توادد وتحابب اور اطاعت وانقیاد کے معاملہ کا اہتمام رکھیں۔

ان کی غیر منظم فطرت یا کوئی اور خامی کسی کی نظر میں کھٹکے تو وہ ان کو ملایمت و ملاطفت کے ساتھ اس خامی کی اصلاح کی طرف متوجہ کریں اور ان کے لئے دُعاء کا معمول بنائیں۔

عزیز موصوف کو اللہ تعالیٰ نے اس خوبی سے بھی نوازا ہے کہ وہ احباب وشرکاءِ کار کی تطییبِ خاطر اور اہم اُمور میں ان سے مشاورہ کا اہتمام رکھتے ہیں، جو حبِّ جاہ سے تخلیۂ قلب کا اثر ہے، اس نعمت پر وہ اور احباب وشرکاءِ کار اللہ تعالیٰ کے شکر گزار رہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ط

کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ترقی کے طلبگار و امیدوار رہیں۔

② میں نے بے شمار جامعات موجود ہونے کے باوجود مزید ایک نیا جامعہ تعمیر کرنے کی اجازت تیس سال کے طویل عرصہ تک خوب غور وخوض کرنے کے بعد ایک خاص ضرورت کے تحت اور ایک خاص اہم مقصد کی خاطر دی ہے، جس کی تفصیل اوپر لکھ چکا ہوں، اس لئے جامعہ کے ہر فرد پر تربیتِ علمیہ وعملیہ کی تفصیل میں مذکورہ سب ہدایات کی بہت مضبوطی سے مکمل پابندی کرنا لازم ہے۔
حضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلّمہ ومتفق علیہا قاعدہ ہے:

شَرْطُ الْوَاقِفِ كَنَصِّ الشَّارِعِ.

حضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بِالْاِجماع واقف کی طرف سے عائد کردہ شرط کی پابندی کو نصِّ قرآن کی طرح لازم ومؤکد قرار دیا ہے، اس کی تعمیل کو فرض اور اس کے خلاف کرنے کو بِالْاِجماع حرام قرار دیا ہے۔
لہٰذا جامعہ کے ہر فرد پر ہدایاتِ مذکورہ کی پابندی فرض اور کسی

ہدایت کی خلاف ورزی حرام ہے۔

منطق فلسفہ جیسی خرافات کے لئے عمارتِ وقف کا استعمال، طلبہ کی خوراک، وظیفہ اور اساتذہ کی تنخواہ ویسے ہی جائز نہیں، پھر شرطِ واقف کے بعد توان مداتِ مذکورہ کی حُرمت مزید مؤکد ہوجاتی ہے۔

اگر کوئی فرد ہدایاتِ مذکورہ میں سے کسی ہدایت سے کسی قسم کا استنکاف یا انکار کرے گا، یا کسی ہدایت کے حق وصواب ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہہ کا صراحۃً یا دلالۃً اظہار کرے گا تو وہ واجب الاخراج ہوگا۔

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جان دوست تر دانند
جوانانِ سعادتمند پندِ پیر دانا را

مزید ہدایات:

جامعہ کے اساتذہ، طلبہ وعملہ ہدایاتِ ذیل کی بھی پابندی کریں:

① تجویدِ قرآن، اس کے امتحان میں کامیابی کے بغیر آگے ترقی نہ دی جائے۔

② کثرتِ تلاوت ونوافل و دُعاء۔

③ نظمِ جامعہ سے متعلق کیسٹوں کی ماہانہ اجتماعی سماعت۔

④ رسائلِ ذیل کی روزانہ اجتماعی خواندگی۔

۱۔ صیانۃ العُلماء عن الذل عند الاغنیاء۔

۲۔ اِستیناسُ الآبد بشرح فضل العالم علی العابد۔

۳۔ عِلم کے مطابق عمل کیوں نہیں ہوتا؟

۴۔ جامِعۃ الرشید سے متعلق زیرِ نظر کتابچہ۔

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِهٖ"

رشید احمد

۲۱ ر رمضان سنہ ۱۴۱۶ھ